بچولیا منان احد

THE MIDDLE MAN

Manan Ahmed

"مشرقی رومانوی داستانوں کے لئے سیٹھ ناومل کی تاریخ وافر مواد فراہم کر سکتی تھی۔ اُس کے والد کو زبردستی مسلمان بنایا گیا تھا اور بیٹا انگریزوں کو مدد فراہم کرنے کے موقع کی تلاش میں تھا تاکہ ظالم مسلمانوں سے ہندوؤں پر کئے گئے مظالم کا بدلہ لے سکے۔ ا"

"ہندوکی ابن ایک خصوصیت: منے پر رام رام ، بغل میں پھری۔" اُس وقت میری اُردو محاوراً غیر معیاری تھی ۔ میں عال ہی میں دوہا ، قطرے بنرل ضیاء اُلی کے لاہور میں منتقل ہوا تھا۔
اس دور کی ۹ ویں جاعت کی ساجیات کی نصابی کتاب میرے لیے باقابل فہم تھی۔ اُستادِ محترم نے اس سطر کو طزید لبحے میں پڑھا تھا۔ اُن کے اُندازِ تُفتگو اور نیجیا کا س میں چھپاہٹ کی تزیک ہے میں اندازہ لگایا تھا کہ کوئی استرائیہ تبصرہ تھا۔ لیکن میں کچھ بھی تجھنے کی تزیک ہے میں اندازہ لگایا تھا کہ کوئی استرائیہ تبصرہ تھا۔ لیکن میں کچھ بھی تجھنے دوسے قاصر تھا: تصور یجئے کہ اگر کسی کے پہلو میں خجر گھونپ دیا جائے تواس کی کیا عالت ہوگی ؟ میں درسے بلیلا اُنجا۔ کتنے شرم کی بات تھی ۔ گھر پہنے کر والدہ سے بوچھا۔ انحوں نے وضاحت فرمائی: "بغل میں چھری" کا مطلب اصلاً بغل میں چھری نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے داد فرمائی: "بغل میں چھری" کا مطلب ہے داد خوصیت ہے: وہ اپنی آستین میں خجر چھیائے رکھتا ہے اور جسے ہی موقع ملتا ہے وار کر دیتا خصوصیت ہے: وہ اپنی آستین میں خجر چھیائے رکھتا ہے اور جسے ہی موقع ملتا ہے وار کر دیتا ہے ، مالانکہ اس وقت بھی اس کے ہو نئوں پر رام رام کا جپ ہوتا ہے۔"

مجھے یاد ہے کہ میں کسی ہندو سے گفتگو کرکے اس خیال کی تصدیق یا تردید کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ۱۹۸۰ء کے وسط کے لاہور کے پاس اس کے ہندوماضی کے اکا دُکا اور مہم آثار ہی باقی رہ گئے تھے۔۔۔ کسی مقام کانام، جھاڑیوں سے ڈھلی چپھی کسی عارت کے متعلق چندافسانے، افق کی آخوش میں مدفون کوئی مرخولہ دارصورت۔۔۔ مادھولال یا چندر بھان کا شہر تو لوگوں کی یادوں تک سے محو ہو چکا تھا۔ والدہ سے دریافت کیا توانحوں نے مجھے دویا میں مہری حساب یادوں تک یا دلائی جو ایک تمل خاتون تھیں اور بلاشبہ ایک ہندو تھیں۔ کیا مجھے تھی محوس ہواکہ وہ میرے پہلومیں خفر تھونپ سکتی تھیں ؟

بالكل نهيں۔

میرے اُستاد محرم کو تاریخ سے بری ہوشیلی عقیدت تھی۔ میں نے بچکچاتے ہوئے جب ان سے دریافت کیا: " جناب ہندوؤں پر کیوں کہمی بھروسہ نہیں کرما چاہئے؟ " تو وہ فوراً ہوش میں آگئے ۔

کیونکہ وہ تمحیل ضرور دغا دیں گے ۔ جیساکہ نوآبا دیاتی دور میں باربارا منصوں نے مسلمانوں کو دغا دی تھی۔ کلاس: "دوقومی نظریہ کیا ہے؟" ہندواور مسلم دو مختلف تہذیبیں میں جن کے درمیان، صدیوں سے ایک ساتھ رہنے کے باوجود، کبھی ثقافتی، مذہبی یااقتصادی انتلاط نہیں "Seth Nao Mull's history would in itself have furnished the materials for an Oriental romance. His father had been a compulsory convert to Mohamedanism, and the son had long wished for an opportunity to assist the English, to whom he looked for the chance of avenging the wrongs of the Hindoos upon their Mahomedan oppressors."

Hindu ki bas eik khasusiat: Baghl mein churi, moen par Ram Ram. My
Urdu, at the time, was idiomatically sub-par. I had recently moved from Doha,
Qatar, to General Zia ul Haq's Lahore and his 9th grade Social Sciences
textbook was nearly incomprehensible. The teacher read the line with a sneer.
I intuited from his body language, and from the twitter that ran through the
class, that this was a derisive remark, but I couldn't quite follow: If someone
had just been stabbed in the side with a knife wouldn't he be crying to the
gods in pain? What's the shame here? I went home and asked my mother.
She explained the idiom: Baghl mein churi does not mean a knife in the side
but a knife concealed in the armpit of a garment. Moen pay Ram Ram is not
a gesture towards pious invocation (like my grandmother's recitation of Ya
Rahman Ya Rahim)—it is meant to stand as insincere. The Hindu has only one
characteristic: He conceals a knife, ready to strike, even as his lips intone Ram.

I remember wanting to see or speak to a Hindu, to corroborate or defy this assessment, but Lahore in the mid-1980s held only bare traces—a place name, the legends of a boarded-up building, a strange spiral shape buried in the horizon—of its Hindu past. The city of Madho Lal or Chandarbhan had disappeared even from memories. I asked my mother and she reminded me that my wonderful Math teacher in Doha was Tamil, and most definitely Hindu. Did I ever feel that she was about to stab me?

No.

Our teacher was a history enthusiast and he quickly warmed up to my hesitant question: Sir, why are Hindus never to be trusted?

Because, they will betray your trust, just as they betrayed the Muslims, again and again, during colonial times. Class, what is the "Two Nation Theory?" Hindus and Muslims are two, separate civilizations who existed side-by-side without any cultural, religious or economic overlap; as a minority, Muslims were persecuted by the Hindus who often joined forces with the British colonial powers. Our leaders Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah and Allama Muhammad Iqbal created this nation to give Muslims a safe haven. Let me give you an example. The British had conquered all of India but Pakistan was unconquerable—Sindh, Punjab, NWFP and Baluchistan were independent for a hundred years after Plassey! The first to fall was Sindh—the British conquered it in 1843—when a Hindu traitor Seth Naomul Hotchand

پیدا ہوسکا۔ ہندوؤں نے اکثر برطانوی توتوں کے ساتھ مل کر مسلم اقلیتوں پر مظالم ڈھائے۔
ہمارے رہناؤں، مثلاً قائدا عظم محمد علی جناح اور علاّ مر محمد اقبال نے اس ملک کو مسلمانوں کی
ہارے رہناؤں، مثلاً قائدا عظم محمد علی جناح اور علاّ مر محمد اقبال نے اس ملک کو مسلمانوں کی
ہندستان کو فتح کر لیا تھا، لیکن پاکستان ناقابل تئیے تھا۔ ۔ پلا سی کی جنگ کے سوسال کے بعد
مجمی سندھ، میخاب، شمال مغربی سرحدی صوبے، اور بلوچستان انگریزوں نے چنگل سے آزاد
تھے ۔ پہلا صوبہ جس نے اپنی آزادی تھوئی سندھ تھا۔ انگریزوں نے اس کو ۱۸۲۳ء میں فتح کیا۔
بید تب ہوا جب ایک ہندو فذار سیٹے اومل پاٹچند نے اپنے تاکپور کے مالکوں کو دخا دے کر ان
کی رعایا کو انگریزوں کے ہاتھوں بیج دیا۔ جلد ہی اضوں نے پہنجاب پر اور پھر تمام جگھوں برقبضہ جا
لیا۔ ہیں یہ تھمی نمیں ہموانا پا بینے { مجھے یاد ہے کہ اُن کی آواز میں ڈرامائی طور پر بلندا آئیگی پیدا
ہوگئی تھی } کہ ہندوؤں نے عز تیں لوئی تحییں اور قبل و غارت گری مجائی تھی ۔ (انھوں
نے عز تیں لوئی تھیں 'کہا تو کلاس میں دوبارہ بلچل کی ایک تزیگ پھیل گئی }

میں خاموش رہا ۔

بہت سالوں بعد میں کتب غانوں اور دفاتر میں مسلمانوں کی ۸ ویں اور ۹ ویں صدی میں الهند والسندھ { برُصغیر ہند کے لئے عرب جغرافیہ دانوں کی اصطلاح } کی فوجی مهات ہے متعلق مودات کی تحقیق کر رہا تھا۔ میں اکثر کسی خاص مودوے کی تلاش میں حیدرآباد { سندھ } کے گردآلود کتب غانوں اور دفاتر ہے لکل کر رذی کی دکانوں کے چکر لگایا کرآ { طالانکہ نایاب مودل کے حصول کی امید دونوں مقامات پر مایوس کن حدال تھی } بیماں ایک بار محمد میرا تعارف غذار سیٹے ہے ہوا۔ سندھی قوم پر ستوں ہے۔۔ بن کا خیال تھا کہ سندھ کے عظر قدم یا سیان وجمی نظریتے کے زمرے میں منہیں رکھا جاسکا ہے۔ گفتگو کے دوران میں نے سیٹے ناو مل ہائچند کا ذکر سنا۔ اُن کا پر زور دعویٰ تھا کہ سیٹے ناو مل ہائچند کا ذکر سنا۔ اُن کا پر زور دعویٰ تھا کہ سیٹے ناو مل ہائچند کا ذکر سنا۔ اُن کا پر زور دعویٰ تھا کہ سیٹے ناو مل ایک غذار تھا جس نے انگریزوں سے مل کر سندھ کے اصلی حکم انوں یعنی تالیور کے میروں کو دغا دی تھی۔ اس کی یادیں داغدار میں۔ اس کا نام باعث شرم

یہ رنجیدہ مجاہدینِ آزادی، غذاری کا الزام سیٹھ کے ہندو پن پر نہیں، بلکہ ایک ساسی کا مورید عکومت سے اُس کی عدم وفاداری کے کندھوں پر ڈال رہے تھے۔ میں اس معاملے کی مزید چھان بین کرنا چاہتا تھا۔ میں ان سے پوچھنا چاہتا تھا کہ کیا اس سے کوئی فرق پرتا تھا کہ بلوچی تاکیور نسلی اعتبار سے نود غیر سندھی تھے۔ یا بید کہ فواہ یہ بات کتنی ہی متنازعہ فید کیوں نہ ہو، سندھ پر ایسٹ انڈیا کمپنی کا قبضہ ناگویر تھا، کیونکہ انگریزوں کو دریائے سندھ کی ضرورت تھی ناکہ

betrayed his Talpur lords and sold his people to the British. Soon after they had Punjab, they had everything. Let us not forget (I remember his voice rising dramatically) that the Hindus raped and murdered (another shudder through the class as he said *izzat looti*).

I kept quiet.

Many years later, I was engaged in archival research on the Muslim military expeditions to *al-Hind w'al-Sind* (as the Arab geographers termed the subcontinent) in the 8th and 9th centuries. Seeking a particular manuscript in Hyderabad, Sindh, I trudged from dusty archives to pulp-paper resellers (the chances of encountering rare manuscripts are grimly equal between those two sites). There, I was introduced, once again, to the traitorous Seth. In a series of conversations with Sindhi nationalists—those who believed that the region of Sindh as a political entity pre-dated Pakistan and could not be subsumed under the rubric of that nation-state—I heard mention the name of Seth Naomul Hotchand. He was a traitor, they proclaimed loudly, one who betrayed the natural rulers of Sindh, the Mirs of Talpur, by siding with the British. His memory is tainted; he is a cause for shame.

Among these closely quartered, beleaguered freedom fighters it wasn't his Hinduness upon which the charge of treachery was pegged, but his lack of fealty to a political regime. I wanted to probe the matter further, to ask them, if it made a difference that the Baluchi Talpurs were themselves ethnically outsiders to Sindh, or that, however controversial, the annexation of Sindh by the East India Company was inevitable: they needed the Indus to move opium for the Chinese ports and they needed a supply route for their campaign in Afghanistan.

I kept quiet.

Two eminent historians of Sindh, Hamida Khuhro and Mubarak Ali, have written brief assessments of Hotchand. Khuhro found him "an opportunist" who "judged against the principles of patriotism ... will remain the unrepentant traitor." Ali was more forgiving and sought to contextualize his actions as one among a community of responses. After all, there is little wiggle room in the binaries inscribed onto nationalism or colonialism by current historiography: one resists or perishes; one is either a hero or a traitor.

Such binaries are, however, historically vexing. Hotchand was a node in the vast network of Persian and Anglophone knowledge brokers (both Hindu and Muslim) that operated in conjunction with the colonial and princely networks. This largely invisible world of middle men—of *khatib*, *munshi*, *amil* and *vakeel*—made possible the legal and diplomatic work of daily governance. Hotchand was one among many commended for their service to the Company: Mirza Ali Akbar, in the employ of General Charles Napier, who lead

وہ چینی بندر گاہوں کو افیم برآمد کر سکیں ۔ مزید برآل ان کو افغانستان کی مھات میں رسد کی فراہمی کے لئے ایک راستے کی ضرورت تھی۔

میں خاموش رہا۔

سندھ کے دو اہم موز خین، تمیدہ نوہرو اور مبارک علی، نے پاٹپید کے مختصر جائزے پیش کئے ہیں۔ نوہرو کے مطابق ہائپید ایک "موقع پرت" شخص تھا اور وطن پرسی کے اصولوں کے میز نظر اسے ہمیشہ ایک بے شرم خذار "سجھا جائے گا۔ مبارک علی نے زیادہ فرافدلی سے کام کے کر اس کے کردار کو مختلف رؤ علوں میں سے ایک مخصوص رؤ علل کے تناظر میں دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ آخر موبودہ تاریخ نویسی میں قوم پرسی اور نوآبادیات کے درمیان پیش کئے گئے بے کیک دوگانوں کے اندر امکانات کی گھانش ہی کہاں ہے: آپ احتجاج کر سکتے میں گئے میت دوگانوں کے اندر امکانات کی گھانش ہی کہاں ہے: آپ احتجاج کر سکتے میں مربوط نظام عام طور پر ہماری نظروں سے او جھل ہی رہتا ہے۔ مربوط نظام عام طور پر ہماری نظروں سے او جھل ہی رہتا ہے۔

لیکن ایے دوگان تاریخی البھنیں پیدا کرتے ہیں۔ یا ٹپند فارسی اور انگریزی بولنے والے معلومات کے دلالوں { ہندو اور مسلمان دونوں } کے اس وسیع را لیلے کے نظام کا محض ایک رکن تھا جو نوآبا دیاتی اور ریاستی را بطوں کے نظام کے ساتھ مل کر کام کرتا تھا۔ خلیبوں ایک رکن تھا جو نوآبا دیاتی اور ریاستی را بطوں کی عموماً نظرنہ آنے والی یہ دنیا ہی روز مرہ کی عکومت کے ساتھ مل کر کام کرتا تھا۔ خلیبوں عکومت کے ساتھ آن اور قانونی امور کو ممکن بناتی تھی۔ یا ٹپند ان بہت سے افراد میں سے ایک تھا جغیں ایسٹ انڈیا تممینی نے اپنی خدمات کے سلسلے میں کافی سرایا تھا: مرزا علی اکبر اس جنرل چار ایس ایک بندار تھا۔ اس جنرل چار ایس مقربھ اور ترجان کی حقیقت ہے تھا۔ اسی طرح سات کے سلسے کہتوں سے نوازاگیا تھا۔ اسی طرح سات کے بیاست میر ایسٹ وک کے ملازم مرزالطف اللہ نے سندھ سے ہونے والے اہم معاہدوں میں کہتوں گور والیت تحریروں اور معاہدوں میں اور کچھ ہر کش ایسٹ انڈیا تحمینی کے رجنہوں میں محص ناموں کی حیثیت سے موجود میں۔ لیکن ان تمام ہم پیثوں میں صرف ہا ٹپند کے نام کو موبودہ پاکستان میں ایک "غدار" کے طور ہر ماد کہا جاتے ۔

ا ۱۹۵ء کے بعد سے پاکستان میں قومی شناخت کی تشکیل کا انحصار منحل طور پر جونی ایشیا کی مارتوں کی فرقہ وارامہ تعبیر پر رہا ہے، جس میں ہندوؤں اور مسلما نوں کو دو لا ممکن مقولات کے طور پر پیش کیا جاتا رہا ہے۔ اگرچہ اس طرح کی بریدہ بیانی قوم پرستانہ مباحث کو تو آگے بڑھا سکتی ہے کیان یہ ناریخ کی عکا می نہیں کرتی ۔ یساں میرا ارداہ ہے کہ میں سیٹھ ناومل ہائچند کی کھانی کو فکمراں قوتوں کے ایک چولیے کی کھانی کے طور پر پیش کروں ، جو بین الاقوامی سطح پر

the annexation of Sindh, received many laurels and honors for his contributions as translator and interpreter, and Mirza Lutfullah, retained by Political Agent Major Eastwick, negotiated major treaties with Sindh on the Company's behalf. Some left behind notes and memoirs while others linger as mere names in Company registers. Yet, among these peers, Hotchand is the only one remembered as a "traitor" in present day Pakistan.

Since 1971, the construction of nationalist identity in Pakistan has relied exclusively on a communal reading of South Asian histories, positing Hindu and Muslim as inchoate categories. While such reductive narratives may bolster nationalist discourses, they do not reflect history. I have decided to tell the story of Seth Naomul Hotchand as a story of a broker between regimes of power, as a local negotiator of globally written politics, and as a symbol—not of treason or collaboration but—of the fugue state that cripples the modern nation-state, which forgets pasts just as easily as it invents new ones to fill the gaps.

AN ORIENTAL ROMANCE

The "Orient" is a fiction, and a romance. The fiction espoused by the British officer in the epigraph frames our colonial and postcolonial stories—a Hindu son's revenge for a Muslim injustice wrought upon his father. This romance swivels on its axis in postcolonial Pakistan—all Hindus are traitors, and can be represented by the vengeful, money lender Seth Naomal Hotchand, who brought down a princely state.

Seth Naomul Hotchand, C.S.I. (1804-1878) dictated his memoirs, titled Memoirs of Seth Naomul Hotchand of Karachi, in 1872, to his grandson. In 1915, after being translated from Sindhi into English, it was published with a strange proviso by its editor, Sir Evan M. James, which stated that, the publication be restricted to "Seth Naomul's own descendants and relations, to officers connected with Sind, and to personal friends." A text meant only for some is now one of our primary sources on a pivotal series of events in South Asian history—the 1843 annexation of Sindh by the East India Company. The memoirs begin by tracing the settling of the merchant Hotchand family in the region of Sindh, their involvement with the rulers as brokers and financiers, and Hotchand's involvement with the East India Company beginning in 1832, through the Afghan Wars of 1838-41, the annexation of Sindh in 1843, and the Mutiny of 1857. Throughout this period, he details his various activities—as a supplier of assets or merchandise, or information and intelligence, from Afghanistan to Persia and beyond. As the head of one of the most successful merchant houses of Sindh, he had direct access to a vast personal and familial network among the class of knowledge brokers who served the

تشکیل دی گئی سیاست میں ایک مقامی بچولیا تھا، اور جو غذار اور دشمنوں کے معاون کی علامت ہونے کے بحائے ایک ایسی عالتِ نسیاں کی علامت تھا جو جدید قومی ریاستوں کوالیہا اپا بچ بنا دیتی ہے کہ وہ بڑی آسانی سے اپنے ماضی کو بھول جاتی ہیں اور اس غلاکو پر کرنے کے لئے اپنی ہی آسانی سے ایک نیا ماضی اِنتراع کرلیتی ہیں۔

ایک مشرقی رومانوی داستان

"مشرق" ایک افیانہ بھی ہے اور ایک رومانوی داستان بھی۔ اس مضمون کے آغاز میں پیش کے گئے توالے میں برطانوی افسر کے ذریعے گڑھا گیا افسانہ ہماری نوآبا دیاتی اور ما بعد نو آبادیاتی کہانیوں کو ایک پوکھٹا فراہم کرتا ہے۔۔۔ ایک ہندو فرزند کا اپنے باپ پر کئے گئے مثلانوں کے مظالم کا انتقام ۔ یہ رومانوی داستان ما بعد نوآبا دیاتی پاکستان میں اپنے مور پر گھوم کر ایک نیا افسانہ تخلیق کرتی ہے۔۔۔ بھی ہندو خذار میں اور انتقام کی آگ میں جملتا ہوا ایک ساموکار سیٹے ناوس پائچند اس کی نائندہ مثال ہے، جس کی غذاری ایک ریاست کی شکست کا سبب بنی۔

سیٹھ ناومل ہاٹچند سی ایس آئی {۱۸۰۸-۱۸۰۸} نے "کراحی کے سیٹھ ناومل ہاٹچند کی یادداشت " کے عنوان سے ۱۸۷۲ء میں اپنے بوتے سے اپنی پاداشت رقم کروائی ۔ ۱۹۱۵ء میں اِس کا سندھی ہے انگریزی زبان میں ترجمہ شائع ہوا ۔ لیکن اس کی اشاعت کے وقت اس کے مدیر سر ایون ایم جیمس نے ایک عجیب شرط لگا دی تھی کہ بیہ اشاعت "سیڑ ناومل کے وارثوں ، رشتے داروں' ، سندھ سے متعلقہ افسروں اوران کے ذاتی دوستوں تک محدود رہنی چا ہئے۔" یہ دستاویز ھے ابتدا میں چندلوگوں تک ہی محدود رہنا تھا، اب جنوبی ایشیا کی تاریخ میں بنیادی اہمت کے حامل واقعات کے سلسلوں ۔۔۔ ایسٹ انڈیا حمینی کے ذریعے ۱۸۴۳ء میں سدھ ہر قبضہ۔۔۔ کے مطالع کے لئے ہمارے بنیادی مافذوں میں سے ایک ہے۔ یادداشت سیٹے ہاٹچند کے خاندان کے سندھ میں آباد ہونے ، یہاں کے حکمرانوں سے دلالوں اور ساہو کاروں کی حیثیت سے منسلک ہونے ، ۱۸۳۲ء میں ہائچند کا ایسٹ انڈیا حمینی سے رشتہ قائم ہونے ، ۲۱-۱۸۳۸ کی افغان جنگوں میں اس کے ملوث ہونے ، ۱۸۴۳ء میں سندھ پر انگریزوں کا قبضہ اور ۱۸۵۷ء کے غدر کی تاریخ کے واقعات پر مبنی ہے ۔ ان سارے باریخی واقعات کے دوران اس نے اپنی سرگرمیوں ، مثلاً افغانستان سے ابران اوراس سے مبھی آگے ، اشیائے ضروری یا تجارتی اشیا یا معلومات کی فراہمی اور جاسوسی وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ سندھ کے سب سے کامیاب تجارتی فاندانوں میں سے ایک فاندان کے سربراہ کی حثیت سے معلومات کے دلالوں کے طبقے کے ذاتی اور غاندانی رابطوں کے نظام تک اس کی براہ راست



<u>ABOVE</u>

Daisy Rockwell

The Traitor of Sindh 2010

4 inches × 4 inches Acrylic and glitter on wooden panel

Courtesy of the artist

رسائی تھی ۔ یہ لوگ مختلف درباروں میں منشی، ساہوکار، وکیل اور منیم کی حیثیت سے کام کرتے تھے ۔ یہ رابطے کا ایک ایسا نظام تھا جس کے ذریعے معلومات اور اشیا ایک بگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی تھیں ۔ حکمرال میرول اور پنجاب، کلات اور افغانستان کی ریاستوں سے رابطہ قائم رکھنے کے لئے انگریز عکومت ہائچید اوراس کے روابط پر منصر تھی۔ ۱۸۶۸ء میں اُسے ۱۸۵۶ء کے خدر کے دوران انگریزوں کی خدمات کے لئے "کمپینین آف دی اسٹار آف انڈیا" {سی۔ایس۔آئی} سے نوازاگیا۔

ہا پُچند " درمیانہ قد ، ذمین آسمحصوں والا ایک کفایت شعار شخص تھا۔" اس کے آبا واجداد مالی امور سے متعلق اُس متحرک اور توانا روابط کے نظام کا حصہ تھے ، و بحر عرب کی بندرگاہوں کو مہلوط کرا تھا اور جو پورے بر صغیر میں پھیلا ہوا تھا۔ وہ ۱۹ ویں صدی کے اوافر میں کراچی کی دیمی بندرگاہ میں اس زمانے میں آگر آباد ہوئے تھے جب کراچی کلات کے خان کے بہت نون خراج کے بیار آگا وابداد کے اہم رول کی وجہ سے بہت نون خراج کے بغیر انتقالِ اختیارات میں اُس کے آباو اجداد کے اہم رول کی وجہ سے بہت بلد اُن کی رسائی نئے صاحب اختیارات میں اُس کے آباو اجداد کے اہم رول کی وجہ سے بہت بلد اُن کی رسائی نئے صاحب اختیار میروں تک ہوگئی تھی۔ ہا ٹپچند کے خاندان کو انعام میں زمینیں اور جائی پی اور جائی مکان کے بیان سے بھی ہوتا ہے ، جس کے اصطبل میں بیک وقت چالایں گھوڑ نے رہ محکمت تھے اور خاندان کے افراجات چالیس ہزار روپے سالانہ سے محل کی ابتدا میں سندھ میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے ایک دل چھو لینے والے بیان میں ہا ٹپچند صدی کی ابتدا میں سندھ میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے ایک دل چھو لینے والے بیان میں ہا ٹپچند صدی کی ابتدا میں سندھ میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے ایک دل چھو لینے والے بیان میں ہا ٹپچند جسے امیراور غریب دونوں کو بہت مصیبتوں کا سامناکرنا پڑا تھا۔

"میرے بزرگوں سیٹے دھنامل اور سیٹے لال من داس کے پاس انابوں سے بھرے گودام تھے۔ انھوں نے موچا کہ لوگوں کی مدد کرنے کا اس سے بہتر موقع نہیں ہوسکتا اور انھوں نے لوگوں کو بلا تفریق ذات پات اور اس بات سے قطع نظر کہ وہ ہندو تھے یا مسلمان ، مفت اناج تقیم کرنا شروع کر دیا۔۔۔اور جب سیٹھوں کو بتایا گیا کہ کچھ شریف غاندان دن کے اُبالے میں، بلکہ رات کی روشتی میں بھی ، سیٹھ کی خیرات لینے میں شرم محوس کرتے تھے ، تو انھوں نے روشتی گل کروا دی اور محض آواز کی کیار پر اناج تقیم کئے۔ ۲ "

عالانکہ اس کمانی سے ہائچند کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ اس کے بزرگ سندھ کے عوام کے لئے کیسے فیاض تھے ۔ کیکن اس بیان سے یہ سمجھنا مشکل نمبیں ہے کہ اس زمانے ملیں ثقافتی اور معاشی ڈھانچوں میں ایسی کچک موبود تھی جوایک امیر ہندو کا گودام انابوں سے بحر سکتی تھی various courts as scribes, financiers, advocates, and accountants. This was a network through which both information and materials flowed. The British relied on him and his connections for dispatches to and from the ruling Mirs as well as the neighboring principalities in Punjab, Kalat and Afghanistan. And, in 1867, he was given the Companion of the Star of India (C.S.I) for services provided during the 1857 uprising.

Hotchand was "a man of middle stature, spare habit, and brilliant keen eyes." His ancestors, part of the vibrant finance network that connected the littoral Indian Ocean ports to cities scattered across continents, settled in the port village of Karachi in the late 18th century, just as it was changing hands from the Khan of Kalat to the Mirs of Talpur. According to the *Memoir*, it was their particular role in facilitating a bloodless transfer of power that gave them early access to the newly assertive Mirs. The Hotchands were rewarded with various lands and grants and special rights to business transactions. Their privileged status is reflected in Hotchand's description of the family house in Karachi, which had a stable for 40 horses, a household expenditure of 40,000 rupees per annum, and controlled business firms in over 500 locations. In a telling episode of both the stature of his family and communal relations in early 19th century Sindh, Hotchand describes a devastating famine that hit in 1812 and wiped all grain from the region causing immense suffering to rich and poor alike:

My ancestors, Seth Dhanamal and Seth Lalmandas had granaries full of corn, and feeling that there be no better opportunity for the exercise of their charity, they begin to give away corn gratis to people, irrespective of their creed or caste, whether Hindu or Mussalman...And when the Seths were informed that some respected families felt ashamed of their Seth's charity in open daylight or even at night's light, they turned the lights off and gave corn to the call of the voice.²

While Hotchand uses the episode to show the generosity of his forefathers to the people of Sindh, it is not difficult to read from this narrative the salience of a cultural and economic reality that furnished filled granaries to rich Hindus while even respectable Muslim families went begging for grain.

In 1821, after the death of Hotchand's great-grandfather, Seth Bhojoomal, the property and business was divided equally among four brothers. Only Hotchand's grandfather, Seth Lalmandas, took to the trade while the others "gave themselves up to pleasure and luxury, leaving their affairs to be managed by their agents." After having squandered their fortune, the brothers decided to contest the division of property with Seth Lalmandas, claiming he had kept

جبکہ شریف مسلمان خاندان بھی اناج کے لئے دوسروں کے سامنے دامن پھیلانے پر مجبور تھے۔

۱۸۲۱ء میں ماٹیجند کے بردادا سیٹھ بھوجومل کی موت کے بعد جائداد اور کاروبار کو چار بھائیوں میں میاوی طور پر تقیم کر دیاگیا ۔ صرف ماٹچند کے دادالال من داس نے کاروبار میں دلچیی ، لی۔ باقی بھائی کاروبار کو انجینٹوں کے ہاتھوں میں چھوڑ عیش ونشاط میں ڈوب گئے ۔" اس طرح اپنی دولت لٹا کر انھوں نے لال من داس کی جائداد پر اپنا دعویٰ پیش کیا۔ ان کادعویٰ تھاکہ لال من داس نے سونے چاندی سے بھری تین مانڈیاں تقیم کئے بغیرانے پاس رکھلی تھیں ، ۔ آخر کا ربیہ تنازعہ شاہی میروں کے دربار میں پہنچا ۔ سیٹےلال مٰن داس اوران کا کارواں چھ اونٹوں پر لدے دفاتر { بہی کھاتوں } کے ساتھ حدرآباد کے لئے روانہ ہوا ۔" چھ مہینے بعد فیصلہ سیٹھ لال من داس کے خلاف ہوا۔ ان کو علم دیا گیا کہ وہ اپنے مسکٹ کے کار وبار میں اپنے بھا ئیوں اوران کی اولا دوں کو حصہ دیں۔ لیکن بھائیوں کی اولا دیں فیصلے سے مطمئن نہیں ہو ئیں ۔انھوں نے میر مراد علی کے دربار میں ایک اور اپیل کی اور رومی بندوقیں اور دوسرے لیمتی تحائف دے کر مراد علی کی نوشنودی عاصل کرلی۔" یہ نیا تنازعہ اور میر مراد علی کی ثالثی کا سلیلہ اگلے کئی سالوں تک چلا ۔ اس سلیلے میں یا ٹیجند اور اس کے بوڑھے داداکو کئی بارچہ چھ مہینوں کے لئے حدرآباد میں رہنا بڑا۔ ۱۸۲۷ء میں بھائیوں کی اولادوں نے تجویز پیش کی کہ اگر انھیں ۲۲،۵۰۰ روپے کی ایک مثت رقم دے دی جائے تو وہ اپنے دعوے سے ہمیشہ کے لئے دستبردار ہوجائیں گے ۔ ہاٹچند یہ تنازعہ ختم کرنا چاہتا تھا،اس لئے اس نے اپنی دستخلِ غاص سے یہ رقم دینی منطور کرلی ۔اس سودے ملیں وہ بڑے پیانے پر مقروض ہوگیا۔ عالانکہ ہا ٹیند کہتا ہے کہ مقدمہ بالکل بے بنیاد تھا، اور اس کی وجہ سے اس کے دادا کو بہت تکلیفیں جھیلنی بڑیں، لیکن اس نے اپنے فاندان کے خلاف میروں کے متعصبایذ رؤئے کے بارے میں کوئی تبصرہ نہیں کیا ہے ۔ مگر ہمیں یہ نتیجہ اغذ کرنے میں نخیل پر کوئی زور ڈالنے کی ضرورت نہیں کہ اب میروں سے ماٹیخند کا موہ بھنگ ہو جکا تھا۔

کچھ ہی عرصے بعد، ۱۸۲۲ء میں ، ایک رنجیدہ ہندو لڑکے نے اپنے والدین سے بھاگ کر نصر پور کی محید میں پناہ لی۔ اس چھوٹے سے واقعے نے ایک مذہبی طوفان کی شکل افتیار کرلی، جس نے نشیبی سندھ کے علاقوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس کا نتیجہ یہ بواکہ ہا ٹچند کے والد کو افوا کر کے مطالبہ کیاگیا کہ یا تو وہ تا وان دیں یا اسلام قبول کریں۔ اگرچہ دس دن کی قید کے بعد بالآخر انھیں چھوڑ دیاگیا، لیکن کسی طرح افواہ چھیل گئی کہ انھیں زبردسی مسلمان بنایاگیا ہے۔ عالانکہ نوآبادیاتی تبصرہ نگار اور پاکستانی قوم پرست تجزیہ نگار اس واقعے کو ہا ٹچند کی تبدیلی وفاداری کے محرک کے طور پر دیکھتے ہیں ، لیکن ہا ٹچند کی یاد داشت میں اس کا کوئی ثبوت نمیں ملاء یا ٹچند نے تبدیلی مذہب کے معاملے پر براہ راست کوئی تبصرہ نمیں کیا ہے۔ لیکن three extra pitchers filled with gold and silver. This dispute was ultimately referred to the royal Mirs in person and Seth Lalmandas and his retinue set out for Hyderabad with "six camel loads of daftars (account papers)." After six months, the case was arbitrated against Seth Lalmandas and he was told to pay his siblings and their sons shares from his Muscat concerns. However, the cousins were not satisfied and made another plea to Mir Murad Ali, whose favor they sought with "presents of Roommee (Constantinople) guns and other things of excellence." This new dispute, and Mir Murad Ali's arbitration, dragged on for the next several years with Hotchand and his aged grandfather making several six-month stays in Hyderabad. In 1827, the cousins offered to settle for the one time payment of 42,500 rupees. Hotchand, wishing an end to the dispute, decided to pay the sum against his personal signature and incurred a significant debt in the bargain. Though Hotchand does say that the case was completely without merit and a source of hardship for his grandfather, he does not comment on the bias displayed by the Mirs against his immediate family. However, it is not a stretch of the imagination to infer that Hotchand was no longer a key supporter of the Mirs.

It was soon after, in 1832, that a distressed Hindu child sought shelter from his parents at a mosque in Nasarpur. From this innocuous act erupted a religious maelstrom that consumed most of lower Sindh—resulting in the kidnapping (for ransom or for conversion) of Hotchand's father. He was eventually freed after ten days in captivity but rumors circulated that he had been forced to convert to Islam. While colonial commentators and Pakistani nationalist narratives read this event as the catalyst for Hotchand's shifting allegiance, this is certainly not borne out in his memoir. Hotchand never comments directly on the matter of conversion, though he dutifully notes his father's pilgrimage to various temples following his release; and he does state that the Mirs of Talpur did not do enough to rescue his father.

The direct correlation between the abduction of Hotchand's father and Hotchand's collaboration with the East India Company comes to us from records of the Company itself, which carefully delineate a strict division between the Muslim rulers and the Hindu population in Sindh—caused entirely by the ruling Mirs of Talpur. It is categorically hard to argue that the reports of Company officials, such as James Burnes, Richard Burton, James Evans or the infamous Charles Napier, speaking about the "evil" practices of the Mirs of Talpur are anything more than crass political de-legitimizing of the Mir's rule and a blatant effort to justify annexation. However, it is categorically easy to conclude that regardless of the support Hotchand delivered to Company officials, he neither caused nor hurried the inevitable tide of annexation.

Since 1830, the East India Company had sought to build up British

وہ یہ ضرور کہتا ہے کہ قید سے چھوٹنے کے بعداس کے والد نے کئی مندروں کی زیارت کی۔ اور وہ یہ بھی ذکر کرتا ہے کہ تالپور کے میروں نے اس کے والد کو قید سے آزاد کرانے کے لئے زیادہ کوشش نہیں کی۔

ہا ٹیخد کے والد کے انوا اور ہا ٹیخد کے ایسٹ انڈیا کمپن سے تعاون میں براہ راست تعلق کا علم ہمیں نود کمپن کے رکارڈول سے ہوتا ہے تن میں قصداً یہ بیان کیا گیا ہے کہ سندھ کے ملم حکم انوں اور ہندو عوام کے درمیان سخت انتقاف تعا اور اس کا سبب منحل طور پر ہالپور کے میر تھے۔ حتی طور پر یہ کہنا مشکل ہے کہ کمپنی کے افروں مثلاً جمس برنیز، رپرڈ برئن، جمس ایوانس، یا بدنام زمانہ پارلس نبیبر کی رپورٹیں، جن میں تالپور کے میروں کی "فبیث" جمکس ایوانس، یا بدنام زمانہ پارلس میروں کی عکومت کے ساسی جواز کو ختم کرنے اور سندھ پر حرکتوں کا ذکر ہے، دراصل میروں کی عکومت کے ساسی جواز کو ختم کرنے اور سندھ پر انگریزوں کے قبضے کے حق میں غیر دباتھ ارامہ جواز تھیں۔ مگر حتی طور پر یہ تیجو انذکر انسان ہے کہ ہا ٹیجد نے انگریزا فروں ک نواہ کسی طرح کی مدد کیوں نہ کی ہو، لیکن وہ سدھ کے قبضے کے ناگریز سیلاب کا نہ تو سبب تھا اور نہ اس کی وجہ سے سیلاب کی رفتار میں کوئی تیزی پیدا ہو گئے۔

۱۸۳۰ء سے ایسٹ انڈیا تھمپنی نے وسط ایشیا میں اپنے اثرات بڑھانے ، روسیوں اور فرانسیمیوں کو دور رکھنے اور امریکہ ، چین اور برطانیہ کے درمیان افیم اور کیاس کی سہ رخی تجارت پر اجارہ داری قائم کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی ۔ بالآخر مفروضہ روسی خطرہ پہلی اینگاوافغان جنگ (۱۸۳۸-۱۸۳۸) کا سبب بن گیا۔

استغاریت کے اپنے عظیم کھیل سے ہراساں ،ایسٹ انڈیا کمپنی نے سندھ کے میروں سے ۱۸۳۹ء میں ایک نیا معاہدہ کیا۔ اس معاہدے کی روسے سندھ کے طلاقے میں کچھ انگریز فوجی نگریاں تعینات کر دی گئیں، ریاست کے خارجی معاطات میں میروں کو انگریزوں کے تق میں دستبردار ہونا پڑا ، میروں نے انگریزوں کو ایک متعینہ رقم سالانہ طور پر دینا منظور کرلیا، اور انگریزوں کو سندھ میں سکے ڈھالنے کا اختیار بھی عاصل ہوگیا۔ اسی دوران ایڈمرل میٹ لینڈ نے انگریزوں کو سندھ میں سکے ڈھالنے کا اختیار بھی عاصل ہوگیا۔ اسی دوران ایڈمرل میٹ لینڈ انگریزوں کو قبضہ کرلیا۔ کراچی پر قبضہ میروں کے لئے ایک زبردست نقسان تھا کیونکہ یہ بہت بندرگاہ تھی۔ دراصل مالوہ اور بنگال سے چین کے لئے اقیم کی برآمد پر ممینی کو کئروں کی سخت ضرورت تھی ناکہ وہ محصول اور رسدگی فراہمی دونوں پر کئروں کہ سکے ۱۸۲۲۔ انگل یہی عیس کورز جنرل آف انڈیا، لارڈ ایکن برو نے سندھ پر قبضے کی منظوری کے لئے بالکل یہی میں دوئوں پر کئروں کا قبضہ ناگریز تھا۔



ABOVE

Rajkamal Kahlon

A Brief History of Afghanistan 2010

7 feet × 51 inches

Ink, gouache and acrylic on watercolour paper

Courtesy of the artist

سیٹے ناومل ہائچند کو غذار نہیں ٹھرایا جا سکتا کیونکہ ایک ناگزیر عظیم تصادُم کی ذمہ داری اس کے کندھوں پر نہیں ڈالی جا سکتی۔ وہ ایک سوداگر ، آج ، پچوایا اور 'معلومات کے نظام ' کا محض ایک جزو تھا۔ اگر چہ اس کی زندگی کے تانے بانے علاقائی اور نوآبادیاتی قوتوں کی باہمی کشا کش کے واقعات ہے الجھے ہوئے میں ، لکین اس کو ان واقعات کے نتائج کا سبب نہیں قرار دیا جاسکا۔

لیکن ایک طرف ہا پُچند کی تو مذمت کی جاتی ہے اور تاریخ کی کتابوں میں اس کا نام مسلمانوں کے فذار کے طور پر درج کیا گیا ہے۔ دوسری طرف مران علی اکبر کو یحمہ فراموش کر دیا جاتا ہے۔ جہاں کراچی میں نبیئیر روڈ عیسی شاہراہ تعمیر کر کے چار اس نبیئیر کی عزت بڑھائی جاتی ہو، جہاں سیٹھ ہا تُچند روڈ کا نام شاہ ولی اللہ روڈ رکھ دیا جاتا ہو، جہاں ہندوؤں کا وجود محض ایک مضکد نیز عفریت کی طرح ہو، وہاں سیٹھ ناومل ہا ٹپخد کی شہید کو ایک فذار کی شہید میں بدل دیبا ایک دوہرا تشذد ہے۔

ا۔ فریڈرک ہے ۔ گولڈ سٹر، جیمس اوٹریم : اے بو گرافی { لندن : اسمتھ ایلڈر، کمپنی ۔، ۱۸۸۱}، ۳۹۳-۳

۲۔ کراچی کے سیٹے ماومل ہائے چند می ایس آئی کی یادداشت میں بیان کیا گیا ہندوستانی ماریخ کا ایک فراموش کردہ باب ،، ۱۸۸۸-۱۸۰۸، کراچی، ۱۹۸۲ { پہلا ایڈیش، ایکسیٹر، ۱۹۱۵ influence in Central Asia, keep the Russians and French at bay, and monopolize the opium-cotton trade triangle between the United States, China and Britain. The imagined Russian danger precipitated the first Anglo-Afghan war from 1838–42.

Harried by their Great Game, the Company ratified a new treaty with the Mirs of Sindh in 1839. This placed some English troops in the region, abrogated all of the Mirs' foreign affairs in favor of the British, put an annual subsidy on the Mirs and gave the British the authority to mint coins in Sindh. In the meantime, Admiral Maitland captured the port of Karachi on the pretense that someone had fired a cannon shot at a British frigate in the harbor. The capture of Karachi was a severe blow to the Mirs as it was a major port of commerce. The Company desperately needed to control the point of egress for Malwa and Bengal opium to China, both for the purposes of tax revenue but also for supply. In 1842 Governor-General of India, Lord Ellenborough, made precisely this financial claim for the approval of annexation in 1842. It was pre-destined.

Seth Naomul Hotchand cannot be a traitor, largely because on his shoulders did not rest the fate of any great conflict. He was a merchant, a trader, a broker, a participant in the "information order," and as such, while his life intertwines with events that loom large as sites of colonial or local power, he did not determine their outcome.

While Hotchand is vilified, his name entered in textbooks as a traitor to the Muslim cause, Mirza Ali Akbar is simply forgotten. Where Charles Napier is honored with an arterial Napier Road in Karachi, Seth Hotchand Road is renamed Shah Waliullah Road. Where Hindus can exist only as caricatured boogeymen, reducing Seth Naomul Hotchand's memory to that of a traitor is a violence doubly rendered.

ENDNOTES

- Fredric J. Goldsmid, James Outram:
 A Biography (London: Smith, Elder, Co., 1881), 393–4.
- 2 A Forgotten Chapter of Indian History as Described in the Memoirs of Seth Naomal Hotchand, C. S. I. of Karachi 1804–1878, Karachi, 1982 (1st ed. Exeter, 1915), 49.